Digitized by Khilafat Library Rabwah

فون نمبر ۷۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴

روزنامہ الفضل ربوہ

ایڈیٹر روشن دین تنویر

یوم بدھ

The Daily ALFAZL RABWAH

قیمت فی پرچہ

جلد ۶۰/۲۵ | ۱۳؍ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ، ۱۰؍تبلیغ ۱۳۵۰ ہش، ۱۰؍فروری ۱۹۷۱ء | نمبر ۳۴

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق اطلاع

"چکروں کی معمولی تکلیف کے سوا عام طبیعت بفضلہ تعالیٰ بہتر ہے"

(محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب)

(۱) ربوہ ۷؍تبلیغ۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو چکروں کی تکلیف میں کافی فرق رہا۔ عام طبیعت بھی بفضلہ تعالیٰ بہتر رہی۔

(۲) ربوہ ۸؍تبلیغ۔ آج بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو چکروں کی کچھ تکلیف رہی۔ عام طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہے۔ احباب جماعت درد و الحاح سے دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور ایدہ اللہ کو صحتِ کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور حضور کو درازیٔ عمر عطا کرے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

اخبار احمدیہ

ربوہ ۸؍تبلیغ۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کو کمر درد کی تکلیف سے اب بفضلہ تعالیٰ آرام ہے اور طبیعت پہلے کی نسبت بہتر ہے۔ احباب جماعت حضرت سیدہ مدظلہا کی صحت و عافیت اور درازیٔ عمر عطا ہونے کے لئے توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

مکرم چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ امام مسجد لندن ۴؍فروری ۱۹۷۱ء کو ہوائی جہاز کے ذریعہ بخیر و عافیت لندن پہنچ گئے ہیں۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مکرم چوہدری صاحب موصوف کو اپنے فضل سے خدمتِ اسلام کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ربوہ ۹؍تبلیغ۔ مکرم مولوی محمد الدین صاحب ایم۔ اے صدر محلہ دارالرحمت غربی کئی روز سے کمر میں درد کی تکلیف کے باعث بیمار ہیں۔ احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مکرم مولوی صاحب موصوف کو صحتِ کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

میں کئی سال سے شوگر بلڈ پریشر اور کارونری تھرامبوسس سے بیمار چلا آرہا ہوں پندرہ دن سے مقام دل پر روزانہ درد ہوتا ہے سانس پھول جاتا ہے۔ جس کے علاج کیلئے میو ہسپتال لاہور میں داخل ہوں ڈاکٹر خواجہ صادق حسین علاج کر رہے ہیں بزرگانِ سلسلہ اور احباب جماعت سے مؤدبانہ دعائے صحت کی درخواست ہے اللہ کریم رحم فرماوے۔ آمین۔ (خاکسار احسان علی ڈاکٹر، امیکلوڈ روڈ لاہور)

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ نے خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنے بیٹے کے ذبح کرنے میں دریغ نہیں کیا

اس خدائی حکم میں مخفی طور پر یہی اشارہ تھا کہ انسان ہمہ تن خدا کا ہو جائے

"در حقیقت اس دن میں بڑا سر یہ تھا۔ کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس قربانی کا بیج بویا تھا اور مخفی طور پر بویا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لہلہاتے کھیت دکھائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے میں خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں دریغ نہ کیا۔ اس میں مخفی طور پر یہی اشارہ تھا کہ انسان ہمہ تن خدا کا ہو جائے۔ اور خدا کے حکم کے سامنے اُسکی اپنی جان اپنی اولاد اپنے اقربا و اعزّا کا خون بھی خفیف نظر آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو ہر ایک پاک ہدایت کا کامل نمونہ تھے کیسی قربانی ہوئی خونوں سے جنگل بھر گئے گویا خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔ باپوں نے اپنے بچوں کو، بیٹوں نے اپنے باپوں کو قتل کیا۔ اور وہ خوش ہوتے تھے۔ کہ اسلام اور خدا کی راہ میں قیمہ قیمہ اور ٹکڑے بھی کئے جائیں تو اُن کی راحت ہے۔ مگر آج غور کر کے دیکھو کہ بجز ہنسی اور خوشی اور لہو و لعب کے روحانیت کا کونسا حصّہ باقی ہے۔ یہ عید الضحیٰ پہلی عید سے بڑھ کر ہے اور عام لوگ بھی اس کو بڑی عید تو کہتے ہیں۔ مگر سوچ کر بتلاؤ کہ عید کی وجہ سے کس قدر ہیں۔ جو اپنے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کیطرف متوجہ ہوتے ہیں اور روحانیت سے حصّہ لیتے ہیں۔ اور اُس روشنی اور نُور کو لینے کی کوشش کرتے ہیں جو اس ضحیٰ میں رکھا گیا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۲-۳۳)

ربوہ میں عید الاضحیٰ کی مبارک تقریب

نماز عید سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں مکرم نور محمد صاحب نسیم سیفی نے پڑھائی

ربوہ ــــ ۱۰؍ذی الحجہ ۱۳۹۰ ہجری مطابق ۷؍تبلیغ ۱۳۵۰ ہجری شمسی (۷؍فروری ۱۹۷۱ء) بروز اتوار یہاں عید الاضحیٰ کی مبارک تقریب اسلامی شعائر کے مطابق منائی گئی نماز عید کیلئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صبح ساڑھے آٹھ بجے کا وقت مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ جوق در جوق اہل ربوہ ہی نہیں بلکہ قرب و جوار اور بعض دور و دراز علاقوں کے احباب بھی خاصی تعداد میں نمازِ عید ادا کرنے کی غرض سے صبح ½۸ بجے تک مسجد مبارک اور اس سے ملحق شرقی احاطہ نیز احاطہ مسجد مبارک سے باہر گھاس کے قطعات میں آجمع ہوئے۔ اپنی موجودہ علالت کے پیش نظر حضور ایدہ اللہ نماز عید پڑھانے کے لئے تشریف نہیں لا سکے۔ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں نماز مکرم مولوی نور محمد نسیم سیفی صاحب وکیل التعلیم تحریک جدید نے پڑھائی۔ نماز کے بعد مکرم سیفی صاحب نے عید الاضحیٰ کا خطبہ پڑھتے ہوئے پہلے سورۃ الصّٰفّٰت کی آیات ۱۰۱ تا ۱۱۲ کی تلاوت کی بعد ازاں ان آیات کی روشنی میں آپ نے خدائی حکم کی تعمیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پورے خاندان کی عظیم الشان قربانی کا ذکر کر کے عید الاضحیٰ کی اہمیت کو واضح فرمایا اور بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے خاندان کی عظیم الشان قربانی کی یاد میں سال بہ سال منائی جانے والی اس عید میں ہمارے لئے ایک زبردست سبق مضمر ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی راہ میں اپنی زندگیوں کو اسی طرح وقف رکھنا چاہیئے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے خاندان کے ہر فرد نے اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے دین کی عظمت کے قیام کے لئے وقف کیا اور پھر زندگی بھر وقف کئے رکھا۔

آپ نے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا مطلب جس میں آپ نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے ہوئے دیکھا تھا یہی تھا کہ آپ انہیں اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو مکّہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آئیں اور وہاں خانہ کعبہ کو از سر نو تعمیر کریں تا اس

(باقی صفحہ ۸ پر)

(مسعود احمد پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے چھپوا کر دفتر الفضل دارالرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا)

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۱۰ ر تبلیغ ۱۳۵۵ ہش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دعا کی تاثیر

یاد آتا ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنی کسی تقریر یا خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا کہ دعا ہی سے سب کام ہوتے ہیں دنیا میں جو ایجادات ہوتی ہیں وہ بھی ایک طرح سے دعا ہی کا نتیجہ ہیں گو ایجادات کرنے والا بظاہر دعا نہ کرتا ہو اس کی سوچ اور فکر کے دوران غیر محسوس طور پر دعا کا عنصر بھی موجود ہوتا ہے شاید کچھ ایسے ہی خیال کا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اظہار فرمایا تھا۔

مغربی دنیا کا عام طریق کار سیکولر ہے۔ اگرچہ سیکولر طریق میں لازماً بے دینی کا تصور نہیں مگر یہ بات ضرور ہے کہ مغرب میں عام حکومتی کاروبار سے مذہبی رجحان کو منہا کر دیا ہے کیونکہ ازمنہ وسطیٰ میں عیسائی فرقوں نے مذہب کے نام پر قتل و غارت کا ایک طوفان برپا کر رکھا تھا اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ سیکولر طریق لامذہبی اور انکار خدا پر مبنی ہے درست نہیں ہے اب بھی مغربی حکومتوں کا کام چلانے والے مذہبی خیال کے لوگ بھی اور کسی نہ کسی حد تک خدا پرست ہیں۔

اس کی ایک مثال حال ہی میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب امریکی اپالو نمبر ۱۴ کو جو آجکل چاند پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے خلاباز چاند پر اترے ہیں ایک مرحلہ پر خلابازوں کو کمان خلائی جہاز سے چاند گاڑی کو جوڑنے میں سخت مشکل پیش آگئی۔ خبر ہے کہ زمین سے ان کی ٹیکنیکل راہنمائی کے ساتھ خلابازوں کی کامیابی کے لئے دعا بھی کی گئی۔

اس سے ظاہر ہے کہ انسان مغربی ہو یا مشرقی ابھی تک اللہ تعالیٰ سے اتنا غافل نہیں ہوا جتنا کہ سمجھا جاتا ہے اور اس لئے مغرب کو اسلام سے آشنا کرنے کے لئے ہمیں پوری پوری کوشش جاری رکھنی چاہیئے بلکہ اور بھی تیز کر دینی چاہیئے۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضانہ بات ہے اصل بات جو ہم کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ فرمانا کہ دعا کاموں کے سرانجام کے لئے نہایت ضروری ہے اس کی صداقت پر روشنی پڑتی ہے۔

اس ضمن میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آج دنیا نے سیکولر طریق کار اس قدر اپنا لیا ہے کہ عام طور پر دنیوی کاموں میں اللہ تعالیٰ کا نام تک نہیں لیا جاتا اور دعا کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ اگر خود یہاں مسلمانوں نے ہر کام کے آغاز میں تلاوت قرآن کریم کو اس کثرت سے اختیار کر رکھا ہے کہ بعض نہایت غیر اسلامی اجتماعات میں بھی تلاوت قرآن کریم کی جاتی ہے جو بسم اللہ یعنی دعا سے شروع ہوتی ہے لیکن یہ کچھ ایسی رسمی سی بات بن گئی ہے کہ اس کو ایک مسلمان کی دعا نہیں کہا جا سکتا

گذشتہ انتخابات میں متخالف اور متحارب سیاسی بلکہ دینی جماعتوں نے بھی ہزاروں لاکھوں بیانات دے ہیں مگر افسوس ہے کہ باوجودیکہ سب مسلمان ہیں کسی جماعت نے بھی عوام کو "دعا" کی دعوت نہیں دی۔ بجائے روپیہ جمع کرنے اور دوسرے انتظامات کا اور مادی ذرائع کے لئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دئے۔ لیکن کسی لیڈر نے "دعا" کی طرف توجہ مبذول نہیں کی البتہ ایک جماعت نے اپنی دانشمندی اور تدابیر پر بڑا ناز کیا ہے مگر دعا سے اس کا خانہ بھی خالی رہا ہے۔ وہ بھی اپنی تدبیر اور مادی سامانوں پر ہی بھروسہ کر کے تگ و دو کر رہی ہے۔ اب جبکہ اس کو شکست ہوئی ہے تو پھر بھی دعا کی طرف کما حقہ توجہ نہیں ہوتی بلکہ ایک حامی ماہنامہ کے اڈیٹر نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تقدیر تھی اور تقدیر مبرم کو دعا بھی نہیں ٹال سکتی۔ اناڑیوں کی طرح اپنی بے تدبیری کا سب بار تقدیر پر ڈال دیا ہے لیکن قادر مطلق خدا تعالیٰ کی قادریت کا ساتھ ہی انکار بھی کر دیا ہے۔ جب ذہنیت ایسی بن گئی ہو تو دانشوروں کی زبانوں پر دعا کس طرح آ سکتی ہے

حالانکہ جیسا کہ ہم نے کل کے اداریہ میں واضح کیا ہے کہ اسلام کو ہر کام کے شروع میں "دعا" کو لازم قرار دیتا ہے اور ایاک نعبد کے نتائج ایک مسلمان کی جد وجہد بغیر نستعین کے کوئی اسلامی روح اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اور اس کی کامیابی بھی ویسی ہی کامیابی ہے جیسی کہ ایک غیر مسلم منکر خدا کی کامیابی اللہ تعالیٰ کے غیر تشریعی قانون کے مطابق ہوتی ہے اور اس کو ایک حقیقی مسلمان کی کامیابی نہیں کہا جا سکتا جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے حاصل ہوتی ہے۔

یہاں ایک نکتہ سمجھنا ضروری ہے ایک مسلمان اور ایک غیر مسلم منکر خدا دونوں ایک قسم کی زمین بیج ڈالتے ہیں ایک جیسی ہی محنت کرتے ہیں۔ ایک جیسا ہی پانی دیتے ہیں اور بالفرض دونوں کے نتائج ایک جیسے نکلتے ہیں ایک مقدار میں اور ایک قسم کی فصل دونوں کی ہوتی ہے ایسی صورت میں بھی دونوں کے کام میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا اگر مسلمان "دعا" کے ساتھ آغاز کرتا ہو اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ قرآن کریم میں مثال دی گئی ہے اللہ تعالیٰ سے استعانت کرنے والا اگر ناکامی کی کوئی اور دنیاوی وجہ نہ ہو آفات سے محفوظ رہتا ہے۔

اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فیض پالو خدا کے پیاروں سے * باغِ احمدؑ کے لالہ زاروں سے
آسمانِ محمدیؐ کے ان * جگمگاتے ہوئے ستاروں سے
رہ گئے اب تو ہم میں چند اصحاب * مردِ فارسؑ کی یادگاروں سے
وقت ہے اب بھی برکتیں پا لیں * قوم احمدؑ کے جانثاروں سے
سیکھ لیں خُلق و تقویٰ و ایثار * آپ کے خاص خاص یاروں سے
بچ گئے ڈوبتے ہوئے کتنے * خیر و برکت کے ان سہاروں سے
ان کا عالی مقام ہے بڑھ کر * ساری دنیا کے تاجداروں سے
* دن مبارک یہ پھر نہ آئیں گے *
* مل سکے گا نہ کچھ ہزاروں سے *

محمد صدیق امرتسری ایم۔ اے
مبلغ انچارج جزائر فجی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قسط ۲

تسخیر کائنات اسلام کے نقطہ نظر سے

(محترم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب ایم ایس سی تعلیم الاسلام کالج ربوہ)

غرض کائنات کی تسخیر اور علوم سے استفادہ حاصل کرنے میں خدائی تقدیر برابر کام کرتی نظر آتی ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دنیا کو پیدا کر کے نعوذ باللہ تھک کر آرام کرنے نہیں بیٹھ گیا بلکہ ہر آن اس کے جلوے ظاہر ہو رہے ہیں اور اس کی مشیت کارفرما ہے۔ جب اور جہاں کسی چیز کی ضرورت پیش آتی ہے اس کا حل موجود ہو جاتا ہے کیونکہ وہ رب العالمین ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ جیسا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے قرآن کریم طبعی علوم کو سکھانے کے لئے نازل نہیں ہوا۔ بایں ہمہ اس میں جگہ جگہ حقائق کا ایسے رنگ میں اظہار کیا گیا ہے کہ انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے اور یہ تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ واقعی یہ خدائی کلام ہے اور ایک علیم وخبیر ہستی ہی اس کو نازل کر سکتی تھی۔ اور یہ کسی صورت سے بھی انسانی دماغ کا اختراع نہیں ہو سکتا۔ بہت سے سائنسی حقائق باوجود واضح الفاظ میں بیان ہونے کے ایک وقت تک مستور اور نظروں سے اوجھل رہتے ہیں اور مومنین کے لئے ایمان بالغیب کا حصہ بنتے ہیں۔ لیکن جب ان کے انکشاف کا وقت آتا ہے تو ذہن خود بخود اس طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور مخفی امور صاف صاف نظر آنے لگتے ہیں۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ قرآن کریم زندہ خدا کی زندہ کتاب ہے۔ اس کی حقانیت ہر زمانہ میں تازہ بتازہ نشانوں کے ذریعہ ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ جہاں مومنوں کے لئے وہ ازدیاد ایمان کا موجب ہوتی ہے وہاں مخالفین کے لئے ایک تازہ اور واضح حجت بن کر سامنے آتی ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن کریم بھی صحف سابقہ کی طرح قصہ یا کتھا سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا۔

اس زمانہ میں مختلف سماوی کروں تک پہنچنے کا بہت غلغلہ ہے۔ چاند تک رسائی ہو چکی ہے۔ انسان کا وہاں تک پہنچ جانا تاریخ انسانی کا لاریب ایک عظیم کارنامہ ہے اور اب مریخ اور دوسرے کروں تک پہنچنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ترقی کے اس میدان میں صرف دو قومیں یعنی روس اور امریکہ ہی مصروف عمل ہیں۔ دنیا کی باقی اقوام کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہی تھی اور بے اندازہ دولت ان مساعی پر صرف کی جا رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان قوموں کو اس کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں۔ اُن میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ ساری دنیا پر اس کا تسلط ہو۔

زمین کو چھوڑ کر دوسرے کروں تک جانے کا خیال افسانوی حیثیت سے تو بے شک بہت پرانا ہے لیکن یہ کہ وہ ایک حقیقت بن جائے گا اس کا امکان تو موجودہ صدی کے وسط تک بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ تجرباتی اغراض کے لئے مصنوعی سیاروں کے قیام کی تجویز پہلی مرتبہ ۱۹۵۵ء میں امریکی صدر نے ایک کانفرنس میں پیش کی اور سپٹنک نامی پہلا سیارہ ۴ر اکتوبر کو روس سے چھوڑا گیا۔ اُس وقت تک بھی چاند تک پہنچنے کا مسئلہ سامنے نہیں آیا تھا۔ لیکن جب مصنوعی سیاروں کا خلا میں قیام ایک عملی شکل اختیار کر گیا تب چاند تک جانے کا خیال پیدا ہوا۔ گویا علمی اور عملی لحاظ سے یہ مسئلہ خالصتہً اس دور کی پیداوار ہے اور ۶-۷ سال سے زیادہ پرانا نہیں لیکن قرآن کریم نے آج سے ۱۴۰۰ سال قبل نہ صرف اس کی طرف اشارہ کیا بلکہ یہ بھی بتلا دیا کہ اس دوڑ میں کون سی قومیں حصہ لیں گی اور ان کا کیا انجام ہوگا۔

سورۃ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ
يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ
تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا
تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۔

(الرحمٰن ۳۲-۳۴)

ترجمہ:۔ اے دونوں زبردست طاقتو! (مراد روس اور امریکہ) ہم تم دونوں کے لئے فارغ ہو رہے ہیں (یعنی کچھ دن ڈھیل دے کر دونوں کو تباہ کر دیں گے) پھر بولو کہ تم دونوں اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس کا انکار کرو گے۔ اے جن وانس کے گروہ! اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگو تو نکل کر دکھا دو۔ تم سلطان کے بغیر ہرگز نہیں نکل سکتے۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب دنیا دو گروہوں یا بلاکوں میں بٹ جائے گی اور انہیں کے نظریات دنیا پر چھائے ہوئے ہوں گے اسی لئے قرآن کریم نے ان کے لئے ثقلان کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ان دونوں گروں کی مزید تشریح کرتے ہوئے ان کو انس اور جنّ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر صغیر میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کے مطابق انس سے مراد عوام کی حکومت ہے جن کا علمبردار روس ہے اور جنّ سے مراد امراء یا سرمایہ دارانہ ریاستی ہیں جن کا علمبردار امریکہ ہے۔

ان دونوں گروہوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میں طاقت ہے تو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل کر دکھاؤ۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں کر سکو گے۔ یعنی کائنات کی حدود کو پھلانگ جانے کی تم میں ہرگز طاقت نہیں اور ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا۔ اس جگہ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے ساری کائنات مراد ہے نہ کہ کوئی خاص کرّہ۔ کائنات کی حدود کو پھلانگنا تو الگ رہا ابھی تک تو اس کی سرحدوں کی تعیین بھی نہیں ہوئی۔ ترقی کا ہر دن یہ بتلاتا ہے کہ یہ کائنات اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے جتنا کہ ہیئت دان سمجھے بیٹھے تھے۔ بعض کہکشائیں اس قدر دور ہیں کہ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلنے والی روشنی کو ہزاروں لاکھوں نوری سال لگ جاتے ہیں۔ پھر ہیئت کا ایک معروف نظریہ یہ ہے کہ کائنات پھیل رہی ہے۔ پس جس چیز کا انسانی دماغ نے ابھی احاطہ ہی نہیں کیا اس سے نکل جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غرض قرآن کریم کا یہ کہنا کہ لَا تَنْفُذُوْنَ (تم نہیں نکل سکتے) ایک محکم امر ہے۔

یہ کیسی واضح پیشگوئی ہے جس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ اس زمانہ کے لوگوں کے لئے یہ ایک حجت ہے اور قرآن کریم کی صداقت کا ایک تازہ اور روشن نشان۔ نزول قرآن کے وقت یعنی اب سے چودہ سو سال قبل جدید سائنس اور ٹکنالوجی کا نام ونشان نہ تھا۔ اس وقت سمٰوٰت والارض سے نکل جانے کا تصور انسان کے دماغ میں آ ہی نہیں سکتا تھا۔ ایسے وقت میں ان امور کا انکشاف لاریب ایک عالم الغیب ہستی ہی کر سکتی ہے۔

اس آیت میں الارض کو واحد اور سمٰوٰت کو جمع رکھا ہے کہ اس میں یہ بتلایا ہے کہ ہماری زمین کے لحاظ سے باقی سب کرّے سمٰوٰت میں شامل ہیں خواہ وہ فضائے بسیط میں زمین سے کسی سمت میں بھی واقع ہوں۔

مندرجہ بالا آیت میں جہاں سمٰوٰت والارض سے نکل جانے کا ذکر ہے ایک تھوڑا سا استثناء خود کر دیا اور فرمایا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۔ ہاں اس کائنات میں رہتے ہوئے تم تھوڑا بہت کر سکو گے وہ بھی سلطان کے بغیر نہیں ہوگا۔ اس استثناء سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ کائنات کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ میں یا یوں کہئے کہ ایک کرّہ سے دوسرے کرّہ میں چلے جانے کے امکان کو قرآن تسلیم کرتا ہے بلکہ خود اس نے بطور پیشگوئی اس کو پیش کیا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ سلطان سے کیا مراد ہے سو جاننا چاہیئے کہ عربی لغت کے لحاظ سے سلطان کے معنی ہیں اَلْحُجَّۃُ۔ روشن دلیل اور حجت۔ اَلتَّسَلُّطُ وَقُدْرَۃٌ غلبہ اور طاقت اَلْمَلِکُ۔ بادشاہ۔

دلیل اور حجت کے معنوں کی رو سے اس کی تشریح یہ ہوگی کہ تمہارا زمین کے کرّہ سے نکل جانا ہی تمہارے خلاف ایک حجت اور دلیل بن جائے گا۔ جب روسیوں نے چاند کی طرف راکٹ پھینکا اور وہ چاند کے قریب سے گذر کر سورج کے مدار میں داخل ہو گیا تو انہوں نے نعرہ لگایا کہ ہمیں تو آسمان تک (یعنی چاند سورج تک) کہیں خدا کا نشان نظر نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا کہ تم کیسے احمق ہو کہ ایسا کلمہ منہ سے نکالتے ہو۔ قدرت میں ہر حرکت وسکون کے لئے قواعد مقرر ہیں۔ تمہاری ساری سائنس اور ٹکنالوجی انہی قوانین کی دریافت اور ان سے استفادہ پر مشتمل ہے۔ یہ قوانین اس وقت سے جاری وساری ہیں جب سے دنیا معرض وجود میں آئی اور اس وقت سے اب تک ان میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوا۔ ان کی یکسانیت اور ان کے بے خطا ہونے پر ہی ساری کائنات کی بقا موقوف ہے۔ جس قدر تم کائنات میں نفوذ کرو گے اسی قدر ایک علیم وخبیر ہستی کا وجود نمایاں ہوتا چلا جائے گا اور قرآن کریم کا یہ فرمودہ کہ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (یٰسین ۳۹) یہ غالب اور علم والے خدا کا مقرر کردہ قانون ہے واضح سے واضح تر ہوتا چلا جائے گا۔

اسی حقیقت کو ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے اَلَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ

كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ۔

(الملک ۴-۵)

ترجمہ:۔ بہت برکت والا ہے وہ خدا جس کے قبضہ میں بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی ہے جس نے سات آسمان درجہ بدرجہ (یا ایک دوسرے سے مطابقت رکھنے والے) بنائے ہیں اور تو رحمٰن خدا کی پیدائش میں کوئی رخنہ نہیں دیکھتا اور تو اپنی آنکھ کو ادھر ادھر پھیر کر اچھی طرح سے دیکھ لے کیا تجھے (خدا کی مخلوق میں کسی جگہ بھی) کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔ پھر بار بار نظر کو چکر دے وہ آخر تیری طرف ناکام ہو کر لوٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہو گی (اور کوئی رخنہ نظر نہ آئے گا۔)

اس کارخانہ عالم میں تمام اشیاء کا ایک معین قانون کے مطابق کام کرتے چلے جانا اور ان میں کبھی خطا یا انحراف کا پایا نہ جانا بتلاتا ہے کہ ایک علیم و خبیر اور قادر و مقتدر ہستی اس کو چلا رہی ہے۔ یہ سارا نظام نہ صرف خدا کی ہستی پر بلکہ اس کے واحد و یگانہ ہونے پر محکم دلیل ہے۔ جس قدر تم تحقیق اور کائنات میں نفوذ میں آگے بڑھو گے اسی قدر خدائے قادر و توانا کا وجود تمہارے سامنے آتا جائے گا اور اس کی ہستی پر مزید شہادت تمہیں دستیاب ہو گی۔ تمہاری تحقیق خود تم پر حجت قائم کرے گی کہ اس کائنات کا ایک عزیز و علیم ناظم اور خالق و مالک ہے جس سے روگردانی ہلاکت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

سُلْطٰن کے دوسرے معنی تسلط اور غلبہ کے ہیں۔ ان معنوں کی رو سے اِلَّا بِسُلْطٰنٍ کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم نے کائنات میں جو قوانین جاری کر دیئے ہیں ان کے سامنے بہر حال تمہیں سر تسلیم خم کرنا پڑے گا۔ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ کہ ان قوانین کو نظر انداز کر کے یا ان کے خلاف عمل کر کے تم کامیابی حاصل کر سکو۔ اِلَّا بسلطٰن میں بڑے زور سے تحدی کی ہے کہ ہم نے بحیثیت خالق و مالک کائنات میں ایک نظام قائم کیا ہے اور اس کے ذرہ ذرہ میں اس نظام کی کارفرمائی ہے تم اس نظام کو اس قانون قدرت یا Laws of nature کہتے ہو۔ اس کا تم کچھ بھی نام رکھ لو یہ جبری قانون ہمارے تسلط اور غلبہ کی نشانی ہے جو اس سے ٹکراتا یا اس کی خلاف ورزی کرتا ہے فوری ہلاکت سے دوچار ہو جاتا ہے۔ پس تم سائنس و ٹکنالوجی میں خواہ کس قدر بھی ترقی کر لو ہمارے بنائے ہوئے قوانین سے کسی صورت بھی انحراف نہیں کر سکو گے اور جو نفوذ بھی کائنات میں تمہیں حاصل ہو گا وہ ان قوانین کی رعایت رکھتے ہوئے ہی حاصل ہو گا۔ مثلاً خدا کا رائج کردہ قانون یہ ہے کہ انسان ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اب یہ نہیں ہو سکتا کہ جہاں ہوا نہ ہو وہاں انسان زندہ رہ سکے۔

اِلَّا بسلطٰن کے الفاظ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تم کائنات میں نفوذ اس وقت تک نہیں کر سکو گے جب تک کہ تمام ضروری شرائط اور قوانین کی دریافت کر کے خلائی سائنس پر مناسب حد تک حاوی نہ ہو جاؤ اور متعلقہ مسائل کی تمام جزئیات کی چھان بین کر کے ان پر پوری طرح عبور حاصل نہ کر لو۔ وہ راکٹ جس سے خلا میں جاتے ہیں سینکڑوں پیچیدہ پرزوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک پرزہ بھی اپنا کام درست طور پر نہ کرے تو سارا مشن ناکام ہو سکتا ہے۔ زمین سے روانہ ہو کر ٹھیک رفتار سے ٹھیک سمت پر چلتے چلے جانا۔ ٹھیک وقت منزل مقصود پر پہنچنا اور ٹھیک وقت پر وہاں سے روانگی اور زمین پر واپسی یہ سب امور اِلَّا بسلطٰن میں شامل ہیں۔ جو قوانین کائنات میں کارفرما ہیں۔ ان پر اب اس حد تک انسان کو عبور حاصل ہو گیا ہے کہ وہ ایک خاص مشن مثلاً چاند پر پہنچنے کے لئے جن حالات سے دوچار ہوتا ہے ان میں سے ہر ایک کا ریاضیائی ضابطوں کے ذریعہ اور خود کار مشینوں کی مدد سے بالکل صحیح اندازہ لگاتا اور اس کے مطابق ضروری سامان تیار کرتا ہے۔ اگر ان حسابات میں کسی پہلو سے بھی غلطی ہو جائے تو ناکامی اور ہلاکت یقینی ہے۔ یہ سب اندازے قدرت کے معینہ قوانین کے مطابق تیار کئے جاتے ہیں۔ اب یہ قواعد و ضوابط جن کی پابندی کے سوا انسان کے لئے چارہ نہیں اس خدا کے تجویز کردہ ہیں جن کا روسی سائنسدان انکار کرتے ہیں۔ تف ہے ایسی عقل و دانش پر جو اس قدر تجربات و مشاہدات کے باوجود صانع حقیقی کو شناخت نہ کر سکے اور قوانین کی اس قدر صحت اور یکسانیت کے باوجود ان کی کارفرمائی کو محض یہ کہہ کر ٹلا دے کہ یہ سب کچھ خود بخود ہو رہا ہے۔ اگر ایک زبردست ہستی اس نظام کو نہیں چلا رہی تو کیا وجہ ہے کہ انسان ان قوانین میں حسب منشا تغیر کرنے پر قادر نہ ہو سکا۔

سورۃ الرحمٰن کے اس واضح بیان کے علاوہ قرآن کریم میں اس امر کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ایک زمانہ میں (جو قرآن کے مطابق یاجوج ماجوج کے خروج اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے قریب کا زمانہ ہے) زمین پھیلا دی جائے گی جیسا کہ فرمایا

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ

(الشقاق ۴)

یعنی اس زمانہ میں یہ ثابت ہو جائے گا کہ بعض کرّے جو بظاہر آسمان کے ساتھ وابستہ نظر آتے ہیں وہ زمین کا ہی ایک معنی میں حصہ ہیں جیسا کہ مثلاً چاند۔ قریباً سب سائنسدان اس امر پر متفق ہیں کہ چاند ابتداءً ہماری زمین کا ہی ایک حصہ تھا لیکن تغیرات کی وجہ سے وہ الگ ہو گیا [illegible] اس آیت میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ اس کا زمین سے رابطہ قائم ہو جائے گا اور اہل زمین اس سے بھی فائدہ اٹھانا شروع کر دیں گے یا یہ کہ وہ بھی انسانی تجربات کی آماجگاہ بن جائے گا اور ایسا معلوم ہونے لگے گا کہ گویا وہ زمین کا ہی ایک حصہ ہے۔ چاند سے اگر اسی طرح فائدہ اٹھایا جانے لگے جیسے زمین سے اٹھایا جاتا ہے تو اس کا یہی مطلب ہو گا کہ زمین پھیل گئی ہے۔

یہ آیت سورۃ انشقاق کی ہے اور اس آیت سے قبل اور بعد جو باتیں بھی بیان کی گئی ہیں وہ سب اسی زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں جب ساری آیات پر یکجائی نظر ڈالی جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کا کوئی بڑا عالم حالات حاضرہ پر روشنی ڈال رہا ہے لیکن یہ بیان آج سے ۱۴۰۰ سال قبل کا ہے اور ایک امّی محض کی زبان پر جاری ہوا۔ صلی اللہ علیہ وسلم تَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔ کس قدر بابرکت ہے وہ خدا جس نے سکھایا اور کیسا بابرکت ہے وہ وجود جس نے اپنے رب سے یہ سب کچھ اس وقت سیکھا جبکہ دنیا ان امور سے بالکل غافل تھی اور یہ اس لئے ہوا کہ سائنس و ٹکنالوجی کے اس دور میں ظاہری علوم میں دسترس رکھنے والوں کو ایک زندہ خدا کا زندہ نشان نظر آئے اور انہیں اپنے رب کی ملاقات پر یقین پیدا ہو لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ۔

یہ تو صرف اس زمین کے پھیلائے جانے کا ذکر ہے جس میں ہم بود و باش رکھتے ہیں لیکن قرآن کریم تو یہ بھی فرماتا ہے کہ ہم نے ایک زمین نہیں بلکہ سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں پیدا کی ہیں جیسا کہ فرمایا

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔

(الطلاق ۱۳)

ترجمہ:۔ اللہ وہی ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے ہیں اور زمینیں بھی آسمانوں کے عدد کے مطابق (پیدا کی ہیں) ان (آسمانوں اور زمینوں) کے درمیان اس کا حکم نازل ہوتا رہتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اسی طرح اللہ ہر چیز کا علم سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔

سَبْعَ کا لفظ عربی زبان میں معین طور پر سات کے عدد کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور بڑی تعداد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ شاید ابھی وقت نہیں آیا کہ سَبْعَ یعنی سات کی صحیح یا پوری تشریح بیان کی جائے لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم سات زمینیں تو ضرور خدا نے بنائی ہیں۔ اور اگر زمین سے مراد وہ کرّے لئے جائیں جہاں مخلوق آباد ہو تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ کم از کم سات کرّوں میں آبادی کا امکان موجود ہے۔ وہ آبادی کیسی ہے اور اس کا ہمارے ساتھ کیا جوڑ ہو گا یہ تو شاید ابھی دور کی بات ہے لیکن یہ قطعی اور یقینی بات ہے کہ مختلف کرّوں میں آبادی کے پائے جانے کا بار بار قرآن کریم میں ذکر ہوا ہے۔ چند آیات بطور نمونہ اس جگہ پیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ (الروم ۲۷)

اور آسمانوں میں اور زمین میں بسنے والے تمام وجود اس کے فرمانبردار ہیں۔

(۲) وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(بنی اسرائیل ۵۶)

اور جو وجود بھی آسمانوں اور زمین میں بسنے والے ہیں انہیں تمہارا رب سب سے زیادہ جانتا ہے۔

(۳) تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنی اسرائیل ۴۵)

ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں بسنے والے ہیں اس کی تسبیح کرتے ہیں اور (دنیا کی) ہر چیز اس کی تعریف کرتی ہوئی (اس کی) تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان (اشیاء) کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

(۴) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ

(النور ۴۲)

کیا تو دیکھتا نہیں کہ اللہ وہ ہے کہ جو آسمانوں اور زمین میں رہتے ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے صف باندھے ہوئے اس کے سامنے حاضر ہیں۔ ان میں سے ہر ایک (اپنی پیدائش کے مطابق) اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ (باقی)

درخواست دعا

خاکسار کے چچا زاد بھائی خالد محمود چک نمبر ۴۶ ش ضلع سرگودھا کا دایاں گھٹنا اتر گیا ہے جس کی وجہ سے اسے بہت تکلیف ہے احباب کرام سے اس کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے (مسعود احمد ہیڈ کاتب الفضل ربوہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

متاعِ ایمان کے رہزن

از مکرم میاں غلام رسول صاحب اعوان - ڈیرہ غازیخان

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ایک صفت یہ بتلائی ہے کہ وہ لغو کاموں سے اعراض کرتے ہیں والذین

هم عن اللغو معرضون

لیکن آج کا انسان ان لغویات میں اتنا مشغول ہے کہ شاید اسے اور کام ہی نہیں۔ وہ دن رات لغو کاموں میں مصروف رہتا ہے۔ اسے اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ میں جن کاموں میں مصروف ہوں وہ سراسر لغو اور فضول ہیں۔ اور میری روحانیت کو برباد کر رہے ہیں۔ ان لغویات میں سینما اور ریڈیو ٹی۔ وی کے گانے اور دیگر فضول پروگرام سرفہرست ہیں۔ ان سے استفادہ اٹھانا تو کجا وہ ان سے اپنی بربادی کا سامان کر رہا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ ایک وقت آئیگا کہ میری امت کے بہت سے لوگ شراب کے نام تبدیل کر کے استعمال کریں گے ان کے سروں پر طبلے۔ ستار اور سارنگیاں بجتی ہوں گی اور ان کی محفلیں گانے والیوں سے گرم ہوں گی۔ جب یہ حالت ہوگی۔ تو ان پر مصائب آئیں گے۔ مثلاً طوفان زلزلے آگ اور جنگیں۔

حضور کی یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہو گئی ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کی [illegible] مخبر صادق نے خبر دی تھی۔ لوگ گانے بجانے کے اس قدر شائق ہو گئے ہیں کہ وہ اب اس کے بغیر زندگی گذار نہیں سکتے۔ گانا۔ بجانا جزو زندگی ہو گیا ہے اور اس کے بغیر زندگی زندگی نہیں رہی۔ لوگ سارا دن فرمائشی گانے اور ریکارڈ سنتے ہیں۔ کھانا کھاتے ہیں تو ریڈیو چلتا ہے۔ پڑھ رہے ہیں۔ تو ریڈیو چلتا ہے۔ کام کر رہے ہیں تو ریڈیو بج رہا ہے۔ غرض اٹھتے ہیں۔ تو طبلے کی تھاپ پر اور سوتے ہیں۔ تو سنگیت کی آواز پر۔ اب تو بسوں میں بھی ریڈیو لگ گئے ہیں۔ گویا سفر کرتے وقت بھی لوگ اس نعمت سے محروم نہ رہیں۔ ان کی توجہ گانے کے سوا اور کسی طرف کیوں جائے خدا اور رسول کو کون یاد کرے۔ ذکر اللہ کون کرے۔ اگر بس بدقسمتی سے کسی حادثہ کا شکار ہو جائے تو توبہ کا وقت کیوں ملے۔ بس ریکارڈ سنتے سنتے ہی جان نکل جائے۔ اب تو ہسپتالوں میں ریڈیو پہنچ گیا ہے۔ انسان مصائب اور بیماری میں مبتلا ہو کر خدا کو یاد کرتا ہے اور اپنے گناہوں سے شرمندہ ہو کر اس کی رحمت کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے۔ لیکن اب ہسپتال ہو کر بھی گانا ہی سنتا ہے۔ خدا کو یاد کرنے کا اسے وقت ہی نہیں۔ نہ خدا کی طرف رجوع ہو اور نہ توبہ کا خیال دل میں آئے۔ جب یہ حالت ہو چکی ہو۔ خود اندازہ لگائیے کہ انسان کی روحانی ہلاکت کی اور کیا حد ہو سکتی ہے لیکن آج کا انسان اسے لغو سمجھتا ہی نہیں بلکہ وہ اسے جزو زندگی سمجھتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ اس کے بغیر زندگی زندگی نہیں اور یہ صحیح ہے کہ جب انسان کے دل سے احساس زیاں مٹ جائے اور وہ بیماری کو بیماری نہ سمجھے۔ تو اس سے بچنے کی کب کوشش کریگا۔ لہذا اس کی بربادی اور تباہی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ اس احساس زیاں کے مٹ جانے کے نتیجہ میں اب اس نے اپنی اقدار ہی بدل دی ہیں۔ آج کا مہذب انسان رقص و سرود کو ثقافت سمجھتا ہے۔ اس نے فحاشی کو آرٹ۔ ناچنے والی کو آرٹسٹ۔ فلم میں کام کرنے والی کو اداکارہ یا فنکارہ کے مہذب نام دے دئیے ہیں۔ تہذیب کا مطلب اس کے نزدیک یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کو بھول جائے اور دُنیا کا کیڑا بن کر ظاہری اسباب کی پرستش میں لگ جائے۔

دوسرے لفظوں میں۔ دُنیا کے جوڑ توڑ اور مکر و فریب کا نام اس نے تہذیب رکھ دیا ہے۔

جب حالت اس حد تک گر چکی ہو تو اُس کا خیال خدا کی طرف کیسے جائے وہ ان لغویات کو گناہ سمجھتا ہی نہیں۔ جب گناہ کو گناہ نہ سمجھے گا تو اسے یہ خیال کب آئیگا۔ پس شیطان نے اُس پر پورا تسلط جما رکھا ہے اور یہ [illegible] سچ ہے کہ جب انسان خدا کو بھول جائے اور اس کے حکموں کی کھلم کھلا نافرمانی کرنے لگے۔ تو اس پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے

"ومن یعش عن ذکر الرحمان نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین"

اور جب کسی کا دوست شیطان بن جائے تو اس کی ہلاکت میں کسے شک ہو سکتا ہے۔

کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں شیطان نے اپنے لشکر کو چاروں طرف بھیجا وہ سب کے سب پھر پھرا کر نہایت پریشان اور تھکے ہوئے واپس آئے۔ شیطان نے پوچھا کیا بات ہے کہنے لگے کہ ان لوگوں نے ہمیں بہت پریشان کر دیا ہے۔ ہمارا کوئی بھی ان پر اثر نہیں ہوتا ہم بہت مشقت میں پڑ گئے ہیں۔ شیطان نے کہا گھبراؤ نہیں۔ یہ لوگ اپنے نبی کے صحبت یافتہ ہیں۔ ان پر تمہارا اثر مشکل ہے۔ عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں جن سے تمہارے مقاصد پورے ہوں گے۔ اُس کے بعد اُس نے تابعین کے زمانہ میں اپنے لشکروں کو سب طرف پھیلایا۔ وہ سب کے سب اس وقت بھی پریشان حال واپس آئے ابلیس نے پوچھا کیا حال ہے۔ کہنے لگے ان لوگوں نے تو ہمیں دق کر دیا ہے۔ یہ عجیب قسم کے لوگ ہیں کہ ہماری اغراض ان سے کچھ پوری ہوتی ہیں۔ مگر جب شام ہوتی ہے تو اپنے گناہوں سے ایسی توبہ کرتے ہیں کہ ہمارا کیا کرایا برباد ہو جاتا ہے۔ شیطان نے کہا گھبراؤ نہیں عنقریب ایسے لوگ آئیں گے۔ جن سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ وہ اپنی خواہشات میں ایسے گرفتار ہوں گے کہ ان کو توبہ کی بھی توفیق نہ ہوگی۔ وہ بے دینی کو دین سمجھیں گے اور اپنی خواہشات کے پیچھے لگ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ بعد میں شیطان نے ان میں ایسی بدعات نکالدیں۔ جن کو وہ دین سمجھنے لگے۔ اور ایسی خواہشات پیدا کر دیں جن کو وہ جزو زندگی سمجھنے لگے پس ایسی صورت میں توبہ کی توفیق کب نصیب ہو۔

خلاصہ کلام یہ کہ آج انسان لہو و لعب اور لغویات میں اتنا گرفتار ہے کہ اس کی رہائی ناممکن نظر آتی ہے وہ اپنی تباہی کی طرف سرپٹ دوڑتا چلا جاتا ہے۔ اور اس وقت وہ اسفل السافلین میں گر چکا ہے

اب سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل کے اسے کوئی اور چیز نہیں بچا سکتی وہ اس خود فریبی میں مبتلا ہے کہ میں ترقی کے منازل طے کر رہا ہوں لیکن وہ روحانیت سے خالی ہو چکا ہے۔ اب اس میں اخلاق فاضلہ تو کجا۔ انسانیت بھی اس پر نوحہ کناں ہے اور یہ سچ ہے کہ جب انسان کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کے احکام کی توہین کرنے لگے۔ سراسر فسق و فجور اور لغویات میں غرق ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تحقیر کی نظر سے دیکھے تو خدا کا عذاب بھی اس کی تاک میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہر طرف سے مصائب آ رہے ہیں کہیں طوفان ہیں تو کہیں آگ۔ کہیں زلزلے ہیں تو کہیں جنگیں غرض مخبر صادق کی پیشگوئی حرف بحرف پوری ہو رہی ہے اور اب بچاؤ کی صورت صرف یہی ہے کہ وہ لغویات سے پرہیز کرے۔ گناہوں سے تائب ہو کر اپنے رب کی رحمت کا دروازہ کھٹکھٹائے اور پھر یہ کہ وقت کے مامور کو شناخت کر کے اس کی آواز پر کان دھرے اور اس کی حصار عافیت میں آ جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچ فرماتے ہیں۔

ایک طوفاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

لازمی چندہ جات کی ترسیل کیساتھ تفصیل چندہ جات ضرور بھجوائی جائے (ناظر بیت المال آمد ربوہ)

دنیا کی ادبی اور تمدنی ترقی میں مسلمانوں کا حصہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسلمانوں کی تاریخ کا آغاز ہجرت سے ہوتا ہے۔ جب انہیں مدینے میں اپنے طور پر تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھنے کا موقع ملا۔ مسلم تہذیب نے دنیا کی بہت سی زبانوں کو متاثر کیا ہے لیکن ہم بحث کا دائرہ صرف عربی، فارسی، ترکی اور اردو ادبیات تک محدود رکھیں گے۔

عربی زبان میں قرآن کریم نثر کی جادو بیانی کی مثال رہا ہے۔ دور اوّل کے شاعروں میں حسان بن ثابت۔ کعب بن زبیر اور خنساء کی شاعری اہمیت رکھتی ہے۔ خنساء نے اپنے بھائی کی موت پر جو مرثیے لکھے ہیں۔ وہ عربی ادب میں شاہکار کا درجہ رکھتے ہیں۔ بنو امیہ کے دور میں عمر بن ابی ربیعہ محبت کی شاعری کا امام تھا۔ جریر اس دور کا سب سے بڑا طنز نگار شاعر تھا
تخلیقی ادب کو سب سے زیادہ فروغ عہد عباسیہ میں حاصل ہوا۔ تاریخ اور داستان نے ملکر ہارون الرشید کے دور کو تابانی بخشتے ہیں۔

ابو نواس نے اس دور کی رنگین زندگی کا لفظوں میں نقشہ کھینچ دیا ہے۔ مامون الرشید نے بیت الحکمۃ قائم کیا جس سے ادب اور سائنس دونوں کو فروغ حاصل ہوا۔ ایران کی قدیم حکایتیں ہوں یونان کی حکمت دونوں مسلمانوں کے تہذیبی ورثہ کا جزو بن گئیں اور مسلمانوں نے انہیں اپنی فکر کے سانچہ میں ڈھال کر پہلے سے زیادہ تابانی بخشی

چوتھی مسلم صدی میں بصرہ میں اخوان الصفا نام کا گروہ تھا ان کے کارناموں کا مجموعہ رسائل کے نام سے اس دور کی تمام معلومات پر محیط ہے۔

ابو الفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی شعر و ادب کا خزانہ ہے ابن خلدون نے مقدمہ میں اسے عربوں کا رجسٹر کہا ہے
عشق و محبت، جو العذری اور مہم جوئی کے افسانوں میں سب سے زیادہ شہرت الف لیلہ کو حاصل ہوئی۔ مغرب میں یہ عربی ادب کا سب سے مقبول کارنامہ ہے۔ اس کا مسودہ جسے عربی میں پہلی بار جہشیاری نے ترتیب دیا تھا فارسی کے ہزار افسانہ کی بنیاد پر تھا۔ لیکن اس نے اس میں بہت سی حکایتوں کا اضافہ کیا اور اسے آخری صورت مصر کے دور مملوک میں دی گئی اس کا یورپ اور ایشیا کی تمام اہم زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

اسی طرح کلیلہ دمنہ کے فارسی اور سنسکرت نسخے ضائع ہو گئے۔ لیکن ابن المقفع کے عربی ترجمہ سے اس کا دنیا کی تقریباً چالیس زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے اس میں جانوروں کی حکایتوں کے ذریعہ نظم و نسق کے سبق دیئے گئے ہیں عربی نثر میں مقامات ادبی اور ڈرامائی بیان کی مکمل صورت بن گئے بدیع الزماں ہمدانی نے دلچسپ واقعات کو ڈرامائی طرز میں شاعرانہ حسن کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس کے تقریباً سو سال بعد حریری نے مقامات کو بڑا اپنایا۔ اس تصنیف کو جرمن زبان میں نہایت اہتمام کے ساتھ پیش کیا گیا۔ اور اسپین کے کئی لکھنے والوں نے اس کی تقلید کی۔

حریری کے مقامات اور بستی کی شاعری کو عرب اپنے ادب کا عظیم ترین کارنامہ سمجھتے ہیں۔

مسلم مورخوں میں واقدی، بلاذری، طبری، مسعودی، ابن الاثیر، ابن خلکان اور ابن خلدون نے جو تصنیفات پیش کی ہیں وہ وسیع مطالعہ اور بسیط ذہانت کا کمال ہیں۔ ابن خلدون کا فلسفہ تاریخ آج تک اہل نظر کو دعوت نظر دیتا ہے اور اسے علم معاشرت کا سنگ بنیاد سمجھا جاتا ہے۔

ابن جبیر، المازنی، ابن بطوطہ اور البیرونی کی تصنیفات اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ علمی طور پر اس کرۃ الارض کی وسعتوں کو سمیٹ لینے میں مسلمانوں کا کیا کارنامہ رہا ہے۔ اس طرح کندی، فارابی، ابن سینا، غزالی، ابوالعلا معری، ابن باجہ، ابن طفیل اور ابن رشد وغیرہ نے دنیا کو روشنی بخشی۔ ان کی تصنیفات نے نہ صرف یونانی فکر کی نئی تدوین کی بلکہ اسے کئی سمتوں میں آگے بڑھایا۔ ان میں اکثر کی تصانیف کا یورپ کی متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

تصوف کی روایت نے دنیا کے ادب میں اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔ مسلم تصوف کی روایت مستحکم کرنے میں حسن بصری، ابراہیم بن ادھم، رابعہ بصری، منصور حلاج، بایزید بسطامی اور عبدالقادر جیلانی وغیرہ کا نمایاں حصہ رہا ہے۔ اس سلسلے میں خاص طور پر ذوالنون مصری، عمر ابن الفارض اور ابن العربی کی شاعری نے تصوف کو انسان دوستی اور وسیع النظری کا مسلک بنا دیا۔ ابن العربی کو مسلم تصوف کا شیخ الاکبر اور عظیم ترین ذہن کہا جاتا ہے۔ ان کے صوفیانہ تصورات کا صرف مسلمانوں ہی پر اثر نہیں پڑا بلکہ عیسائی حلقے بھی اس سے متاثر ہوئے۔

ڈانٹے کی ڈیوائن کامیڈی پر ابن العربی کا سایہ ہے اسی طرح ابن عربی نے انسان کامل کا جو تصور پیش کیا تھا وہ نطشہ کے فوق البشر میں مسخ ہوا ہے
مسلم اسپین نے یورپ کے دور وسطیٰ کو سب سے زیادہ زریں باب لکھا ہے اس وقت تمام دنیا میں مسلمان ہی علم و تہذیب کی مشعلیں روشن کر رہے تھے انہی کے ذریعہ سے قدیم فلسفہ اور سائنس کی بازیافت اور ترقی ہوئی ہے انسانوں کی تخلیقی کوششوں سے دور وسطیٰ کے یورپ کو تنگ نظری اور خیال کی تنگ دامنی سے نجات ملی
مسلم اسپین کے سب سے بڑے شاعر ابن زیدون نے فطرت کی جو حسین مرقع کشی کی ہے۔ اس نے یورپی ادبیات پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ اندلس کی تہذیب نے سارے یورپ کو متاثر کیا۔ اندلس ہی کی طرح صقلیہ میں مسلم تہذیب نے دیرپا نقوش چھوڑے ہیں۔

فارسی میں رودکی سے موجودہ دور تک کے شاعروں اور نثر نگاروں کا ایک زریں سلسلہ ملتا ہے۔ لیکن فردوسی کا شاہنامہ فارسی ادب کا کوہ نور ہے۔ جرمن مصنف کارل براکلمان کے قول کے مطابق شاہنامہ کا دائرہ ہومر کی ایلیڈ سے تقریباً آٹھ گنا زیادہ وسیع ہے۔ لیکن کہیں شاعرانہ ضعف کا احساس نہیں ہوتا۔

سلجوقی دور میں عمر خیام نے صرف شاعر ہی کی حیثیت سے نہیں بلکہ فلسفی ریاضی دان اور عالم کی حیثیت سے بھی کمال پایا۔ مشرق سے زیادہ عمر خیام کی رباعیات کو مغرب میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ انوری خاقانی کے قصائد آج بھی فارسی ادب کی عظمت کا نشان ہیں۔ نظامی کی ہفت پیکر اور لیلیٰ مجنوں اور شیخ سعدی کی نظم و نثر کی آفاقیت اور عالمگیر تہذیبی حیثیت سے انکار شاید کفر کے مترادف ہوگا۔

گلستان سعدی کا ۱۶۵۴ء میں جرمن میں ترجمہ ہوا۔ اور جب سے اسے یورپ نے ہمیشہ خراج تحسین پیش کیا ہے۔ فارسی غزل گوئیوں میں سب سے زیادہ مشہور حافظ ہیں جن کی شاعری نے مغرب میں گوئٹے اور ٹیگور کو مختلف زبانوں میں متاثر کیا۔ گوئٹے نے اپنا دیوان حافظ ہی کی تقلید میں مرتب کیا تھا۔

ہندوستان میں فارسی نظم و نثر کی گراں قدر خدمات انجام دینے کے علاوہ ہند کے تہذیبی خزانوں کو عالمی تمدن کا جزو بنایا۔ سبک ہندی کے جس سلسلے نے عرفی و نظیری وغیرہ سے رواج پایا تھا۔ وہ فیضی بیدل اور غالب پر ختم ہوتا ہے۔

ترکی شعر و شاعری کی تخلیق کے جغرافیائی حدود نہایت وسیع رہے ہیں۔ اس نے منگولیا۔ سائبیریا اور سنکیانگ سے لیکر قسطنطنیہ تک فروغ پایا ہے۔

دور اسلام میں یوسف صاحب محمود کاشغری اور احمد یساوی کے بعد خاص طور پر عہد عثمانی میں ترکی شعر و ادب نے کافی ترقی کی عثمانی سلطنت نے جس کی حدود یورپ ایشیا اور افریقہ تک پھیلی ہوئی تھیں رومی اور یونانی تہذیبوں کے امتزاج سے نئے مسلم افکار کی دولت بخشی خود سلطان مراد اوّل سلطان محمد ثانی، سلیم اوّل اور سلطان سلیمان اوّل ترکی کے اچھے شاعر تھے۔

مولانا جلال الدین رومی فارسی کے علاوہ ترکی کے شاعر بھی تھے سعد الدین، خاقان دوست اور ابو الغازی خاں کی تصنیفات کے علاوہ تزک تیموری اور تزک بابری ترکی نثر کی اہم یادگاریں ہیں۔ بابر ترکی کے علاوہ فارسی کا شاعر بھی تھا لیکن تزک بابری کی صاف و رواں نثر اسے ترکی ادب کی تاریخ میں ممتاز جگہ دیتی ہے۔

اردو فارسی عربی اور مغلوں کے واسطے سے ترکوں کی تہذیبی وارث رہی ہے اسی لئے اس نے اتنی کم مدت میں عظیم الشان تخلیقی کارنامے پیش کئے ہیں اور دنیا کی تین بڑی زبانوں میں شمار ہوتی ہے۔

میر کی غزل گوئی انیس کی مرثیہ نگاری اور نظیر کی فطرت و زندگی کی عکاسی بے مثال ہیں۔ اردو کے کئی شاعروں کے کلام کا انگریزی روسی اور اطالوی کے علاوہ کئی یورپی مغلیہ تہذیب کی نفاست و شکوہ کے ساتھ ساتھ جدید زندگی کی شعاعیں پھوٹتی نظر آتی ہیں۔

نذیر احمد، پھر سر سید اور حالی کی تحریر نئی زندگی کی عکاس ہیں۔ شبلی نے پھر مسلم مورخوں کے شاندار کارناموں کی یاد تازہ کر دی۔

(باقی ص پر ملاحظہ فرمائیں)

بقیہ صفحہ ۶

ان کی تصنیفات سے مستشرقین یورپ نے خاطر خواہ استفادہ کیا۔ اردو کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس نے تمام مسلم زبانوں سے زیادہ دور حاضر کے چیلنج کا جواب دیا ہے اور اس کی تخلیقی سرگرمیاں نئی بیداری اور نئے ولولہ کی سرشاری سمیٹے ہوئے ہیں مسلم تہذیب کی متحرک قوتوں کو پیش کرنے کے علاوہ اردو نے ایشیا کے دل سے اٹھتی ہوئی محبت کی چنگاری کو شعلہ بنایا اور تقدیر جہاں بدلنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ اقبال اس بیداری کا نقطۂ اختتام ہیں جس نے جمال الدین افغانی اور دیگر مسلم مفکرین کو دور حاضر کے پس منظر میں اپنی تقدیر آپ بنانے کا ولولہ بخشا تھا۔ پھر اقبال کے بعد سے آج تک اردو نظم و نثر کا جو سلسلہ ملتا ہے وہ عالمگیر انسانی محبت سے اپنا دامن باندھے ہوئے ہے اور دنیا کے مظلوم عوام کو انقلاب و امید کا پیغام دیتا ہے۔ (ماخوذ)

برائے توجہ انصار اللہ
آپ اسلام کا دفاع کس طرح کر سکتے ہیں

ظاہر ہے کہ جب آپ کو معلوم ہی نہیں کہ عیسائیوں وغیرہ کی طرف سے اسلام پر کیا کیا اعتراض کئے جاتے ہیں تو پھر آپ ان اعتراضات کے شافی و کافی جوابات سے کس طرح آگاہی حاصل کر سکتے ہیں اور اسی طرح اسلام کی فضیلت کیونکر ثابت کر سکتے ہیں اس کا ایک طریق مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے یہ مقرر کیا ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً مقامی طور پر تربیتی اجلاس کریں۔ اور ان میں کسی صاحب علم سے اسی موضوع پر تقریر کروائیں۔ محاسبہ فرمائیں کہ آپ نے اپنی مجلس میں کتنی تقریریں کروائی ہیں۔ اگر آپ نے اس طرف پہلے توجہ نہیں کی تو اب اس طرف توجہ فرمائیں۔

(قائد اصلاح و ارشاد انصار اللہ مرکزیہ)

مجالس خدام الاحمدیہ توجہ فرماویں

ہر مجلس میں تھوڑا بہت کام ضرور ہو رہا ہوتا ہے لیکن بعض مجالس اس خیال سے رپورٹ نہیں بھجواتیں۔ کہ کام تھوڑا ہوا ہے اور ایک لمبا عرصہ اسی طرح گزر جاتا ہے کام خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ مرکز کو رپورٹ بھجوانا ضروری ہوتا ہے تاکہ مرکز آپ کی مناسب راہنمائی کر سکے۔ اور ضروری ہدایات دے سکے امید ہے کہ قائدین مجالس اس بارہ میں اپنی ذمہ داری نبھائیں گے۔ اور مرکز کو شکایت کا موقعہ نہیں دیں گے۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

اکناف عالم میں مساجد کے قیام کی غرض

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"ہم مسجدیں اس لئے نہیں بنا رہے کہ ہمارا نام بلند ہو بلکہ اس لئے بنا رہے ہیں کہ خدا کا نام بلند ہو"

یہی عزم صمیم سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا جیسا کہ حضور کے حسب ذیل ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"ہم نے تمام غیر ممالک میں مساجد بنانی ہیں یہاں تک کہ دنیا کے چپہ چپہ سے اللہ اکبر کی آواز آنے لگ جائے۔ اور تمام غیر ممالک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آجائیں"

پس ہماری جماعت کے تمام مردوں، عورتوں، اور بچوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کو دنیا کے کناروں تک روشن اور منور کرنے کے لئے ممالک بیرون مساجد کی تعمیر کے بابرکت پروگرام میں دل و جان سے حصہ لیں"

(وکیل المال اول تحریک جدید ربوہ)

یہ اشیاء کن کی ہیں؟

ہماری مسجد احمدیہ کے مہمان خانہ میں کوئی دوست نظر کی عینک اور کچھ رقم بھول گئے ہیں یہ چیزیں جس صاحب کی ہوں وہ خاکسار سے منگوا لیں۔

(شیخ محمد یوسف گولی منڈی محلہ لائل پور)

خدام الاحمدیہ کے نام
حضرت المصلح الموعود کا ایک پیغام

حضور فرماتے ہیں:۔

"میں نے خدام الاحمدیہ کی ایک مجلس قائم کی ہے اس کے ذریعہ اسی روح کو میں نے جماعت میں قائم کرنا چاہا ہے اور اس کے ہر رکن کا یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ اپنی قوتوں کو ایسے رنگ میں استعمال کرے کہ اپنے فوائد کو وہ بالکل بھلا دے اور دوسروں کو نفع پہنچانا اپنا منتہا قرار دے ...... جب کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی اپنے فوائد کو نظر انداز کرکے دوسرے کو فائدہ پہنچانے کے خیال سے کوئی کام کرتا ہے تو اس ایک منٹ کے لئے وہ خدا تعالیٰ کا مظہر بن جاتا ہے۔" (الفضل ۹ مئی ۴۴ء)

خدام الاحمدیہ کو حضور کا یہ ارشاد ہر وقت مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اور خدمت خلق کے اہم فریضہ کی طرف توجہ دیتے رہنا چاہیئے۔ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دعائے مغفرت

محترم مولوی برکت علی صاحب سکنہ چھینیال تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیارپور حال شہر سیالکوٹ محلہ دلاور کس جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے مورخہ ۲۸/۱ بروز جمعرات شام تقریباً چھ بجے اس دنیائے فانی سے رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ وفات کے وقت عمر ۸۳ سال تھی۔ محترم مولوی صاحب نے ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی حضور کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی اور پھر کچھ عرصہ آپ قادیان میں قیام فرما رہے۔ میت بذریعہ ٹرک ربوہ لائی گئی۔

محترم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں آپ کو دفن کیا گیا احباب جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کو جنت نعیم میں بلند درجات اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ (محمد احمد قمر سیکرٹری سیالکوٹ)

نور کاجل
ربوہ کا مشہور عالم تحفہ
آنکھوں کی خوبصورتی صحت اور صفائی کے لئے
بہترین سرمہ
جو ہندو جڑی بوٹیوں کا سیاہ رنگ جوہر ہے
بچوں بڑوں سب کے لئے مفید ہے فی شیشی سوا روپیہ

سرمہ خورشید
ایک لاجواب اور عجوبہ روزگار سرمہ
آنکھوں کی جملہ امراض
خارش، پانی بہنا، پھپھی، موتیا، ککرے وغیرہ کے لئے
لاجواب تحفہ
قیمت فی شیشی سوا روپیہ۔

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار۔ ربوہ

مرغی خانہ
چوزے اور چوزے گر مشینیں
۲۰۰ انڈے سے ۳۰۰۰ انڈے تک ہم سے خریدیں
ریٹ:۔
۱۔ یک روزہ چوزے مکس ۱۵۰ روپے سینکڑہ
۲۔ یک روزہ پٹھیاں ۹۰٪۔ ۳۰۰ روپے سینکڑہ
۳۔ دو صد انڈے والی مشین تیل کی ۳۰۰/- بجلی کی ۳۴۰/-
بجلی اور تیل دونوں سے چلنے والی ۴۰۰/- روپے۔
مینجر خلیل پولٹری فارم۔ ربوہ

گمشدہ طلائی کانٹا
خاکسار کو ایک عدد طلائی کانٹا گرا پڑا ملا تھا۔ نشانی بتا کر طلب فرمادیں۔ نیز خاکسار بیمار ہے گردوں میں خرابی ہوگئی ہے۔ جملہ احباب کرام و بزرگان سلسلہ سے عاجزانہ درخواست ہے کہ دعا فرمادیں اللہ تعالیٰ مجھے شفا بخشے اور کام کرنے والی زندگی عطا فرمائے۔
(ملک عبید اللہ کارکن فضل عمر ہسپتال ربوہ)

الفضل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ترقیات کے خدائی وعدے قربانیوں کے بعد ہی پورے ہوا کرتے ہیں

قدم قدم پر مومنوں کو قربانیاں کرنی پڑتی ہیں اور اپنے اموال خرچ کرنے پڑتے ہیں!

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ قرآن مجید کی آیت یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ (البقرہ) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اس آیت سے ظاہر ہے کہ اسلام نے صرف زکوٰۃ اور مال غنیمت کے اموال سے ہی غرباء اور مساکین کی امداد کے لئے ایک فنڈ مقرر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کو عام طور پر بھی غریبوں اور ناداروں کے لئے صدقہ اور خیرات کرنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ تمہارے ساتھ ترقیات کے جو وعدے کئے گئے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ ہمیں اب مزید قربانیوں کی ضرورت نہیں۔ قربانیاں تمہیں قدم قدم پر کرنی پڑیں گی اور قدم قدم پر تمہیں اپنے اموال خدا تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے پڑیں گے۔

لَا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ میں جس بیع کی طرف اشارہ ہے اس کا ذکر دوسری جگہ اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (توبہ ۱۱۱)

یعنی اللہ تعالےٰ نے مومنوں سے ایک بیع کی ہے اور وہ یہ کہ ان کے مالوں اور جانوں کو جنت دے کر خرید لیا ہے پس فرمایا خدا تعالےٰ تم سے یہ بیع کرتا ہے مگر یہ بیع اسی دنیا میں ہوگی اس دن نہیں ہوگی۔

وَلَا خُلَّةٌ میں بتایا کہ قیامت کے دن خدا تعالےٰ کے سوا سب خلیل جاتے رہیں گے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں تو دوسری جگہ آتا ہے۔ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔ (زخرف آیت ۶۸)

یعنی متقیوں کے سوا تمام خلیل ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ پھر جب متقیوں کی دوستی رہے گی تو لاخلۃ کا کیا مطلب ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ متقی چونکہ خدا تعالےٰ کو ہی اپنا خلیل سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کی دوستی خدا تعالےٰ کی دوستی میں شامل ہوگی اس کا کوئی علیحدہ وجود نہیں ہوگا جو "ولاخلۃ" کے منافی ہو۔ اصل مضمون جس کی طرف اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کو توجہ دلائی ہے وہ یہ ہے کہ آج اگر خدا تعالےٰ کو خلیل بنانا ہے تو بنالو ورنہ اس دن وہ خلیل نہیں بنے گا۔ اور آج جن کو تم اپنا خلیل بنا رہے ہو ان کی خلت اور دوستی اس دن تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔ بلکہ تم ان کے دشمن ہو جاؤ گے۔ صرف متقی ہی ایسے ہوں گے جو اپنے خلیل کے دشمن نہیں ہوں گے۔ کیونکہ مومن کا خلیل خدا تعالےٰ ہوتا ہے ولاخلۃ سے مراد وہ خلت ہے جو خدا تعالےٰ کے مقابلے کسی دوسرے سے کی جائے۔

ولا شفاعۃ میں بتایا کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ تمہیں تعلق پیدا کرو اور اس کو اپنا ساتھی بنالو ورنہ وہاں تمہیں کوئی ساتھی نہیں ملے گا دوسری جگہ فرماتا ہے۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ۔ (انعام آیت ۵۲)

یعنی تو اس کلام کے ذریعہ سے ان لوگوں کو جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ انہیں ان کے رب کی طرف اکٹھا کر کے لے جایا جائے گا کہ اس کے سوا نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی سفارشی اس لئے ڈرا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں"۔

(تفسیر سورہ بقرہ ص ۵۵)

ربوہ میں عیدالاضحیہ کی مبارک تقریب (بقیہ صفحہ اول)

عظیم قربانی کے نتیجہ میں بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ظہور میں آئی اور دنیا کو ہمیشہ ہمیش قائم رہنے والی کامل و مکمل اور لازوال و بے مثال شریعت ملی۔ آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے خاندان کی اس عظیم الشان قربانی کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد فرمایا یوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پورے خاندان نے قربانی و ایثار کا نہایت شاندار نمونہ دکھایا لیکن اس وقت میں خاص طور پر جماعت کے نوجوانوں کے سامنے اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو پیش کرنا چاہتا ہوں انہوں نے نوعمر اور نوجوان ہونے کے باوجود خدائی حکم کے آگے بخوشی سر تسلیم خم کرنے کا جو شاندار نمونہ پیش کیا وہ احمدی نوجوانوں کے لئے خاص طور پر قابل تقلید ہے۔ ان کے کندھوں پر اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اور خدائی منشاء کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں اپنی زندگیاں خدا کی راہ میں وقف کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے احمدی نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگیاں خدمت اسلام کے لئے وقف کریں اور پھر اپنے اس وقف کو زندگی کے آخری سانس تک نبھا کر اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہوں۔

آپ نے فرمایا یہ امر از بس ضروری ہے کہ ذہین اور تقویٰ شعار نوجوان آگے آئیں اور اپنی زندگیاں خدمت اسلام کے لئے وقف کریں اور پھر انتہائی قربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے زندگی بھر خدمات بجالاتے رہیں اللہ تعالےٰ انہیں اپنے فضلوں رحمتوں اور برکتوں سے نوازے گا اور انہیں بڑے بڑے اجر عطا کرے گا۔ یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر ہمیں غلبہ اسلام کی حقیقی عید کا دن دیکھنا نصیب ہو سکتا ہے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد آپ نے اجتماعی دعا کرانے سے قبل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی کامل و عاجل شفایابی اور درازی عمر کے لئے دعا کی بہت پُر اثر تحریک فرمائی اس تحریک کے بعد آپ نے دعا کرائی جس میں جملہ ہزاروں ہزار احباب شریک ہوئے دعا سے فارغ ہونے کے بعد احباب نے اپنے گھروں میں واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں حسب توفیق قربانیاں کیں۔

محترم شیخ فضل الرحمان صاحب پراچہ وفات پا گئے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ

میرے بڑے بھائی محترم شیخ فضل الرحمن صاحب پراچہ آف یونائیٹڈ ٹرانسپورٹ سرگودہا طویل عرصہ فالج میں مبتلا رہنے کے بعد ۱۰ ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۷۱ء بعمر قریباً ۶۰ سال سرگودہا میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔

۸ فروری بروز سوموار ان کا جنازہ ربوہ لایا گیا۔ لواحقین کے علاوہ پراچہ برادری کے غیر از جماعت احباب کثیر تعداد میں جنازہ کے ہمراہ ربوہ آئے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد کی تعمیل میں بعد نماز ظہر محترم مولانا ابوالعطاء صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بعد تدفین قبر پر آپ ہی نے دعا کرائی۔

مرحوم کو اپنے چھوٹے بھائی میجر بشیر احمد مرحوم کے پہلو میں قبرستان عام میں دفن کیا گیا ہے۔

احباب جماعت دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام بخشے اور ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

(محمد اقبال پراچہ سرگودہا)

توسیل زر اور انتظامی امور سے متعلق
روزنامہ الفضل ربوہ
سے خط و کتابت کیا کریں،

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۷